www.KitaboSunnat.com



چونکہ قرآنِ کریم اسلامی شریعت کا اوّلین سرچشمہ ہے، جو ہر قسم کی تحریف و آمیزش سے پاک ہے اور اس کے برعکس تورات وانجیل وغیرہ اپنی اصلی حیثیت کو برقرار نہ رکھتے ہوئے بے شمار تحریفات کا شکار ہوئی ہیں، غالباً اسی وجہ سے مستشرقین نے قرآنی نص کو اپنا موضوعِ بحث بناتے ہوئے ہوئے اس کو محرّف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل استشراقی فکر کا محور یہ ہے کہ جس طرح تورات وانجیل اپنی حیثیت کھو بیٹھی ہیں اور ان کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، مسلمانوں کے قرآن کو بھی اسی مقام پر لا کھڑا کیا جائے۔ اسی بناء پر انہوں نے قراءاتِ قرآنیہ کو انسانی قیاس پر مبنی اور حدیث سبعہ احرف کی استنادی حیثیت کو موضوع ومشکوک قرار دیا ہے۔

اختلافِ قراءات کو تحریف واختراع قرار دینے والوں میں بنیادی طور پر تین گروہ شامل ہیں، جن میں بعض فرقِ روافض، مستشرقین اور دورِ حاضر کے چند منکرین قراءات ہیں، جو حقیقتاً جرمن اور یورپی استشراقی نظریات سے ہی متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ 'قبول قراءات' کے بارے میں چودہ سو سال میں کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔

استشراقی فکر وفلسفہ کے زیر اَثر عالم اسلام کا ایک اچھا خاصا طبقہ بھی متاثر ہوا ہے اور اس نے نئے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر غالب تہذیب کے 'علمی ورثہ' کو اپنایا اور اسی کی ترویج واشاعت میں کسی نہ کسی انداز میں منہمک رہا۔ اسلامی علوم میں جمہور علماء کے نظریات سے ہٹ کر جو آزادانہ روش اس طبقہ نے اپنائی، اس کے نقصانات مسلمانوں کے مابین نزاع ومخاصمہ پر منتج ہوئے۔ چونکہ تحریکِ استشراق کے بنیادی اہداف ومقاصد میں مسلمانوں کے درمیان باہمی منافرت پیدا کرنا ہے، اسی لئے وہ ہمیشہ شریعت اِسلامیہ کے اوّلین اور بنیادی مصادر (قرآن وسنت) میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس ضمن میں ان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمانوں کو متفرق وسائل وذرائع اختیار کر کے ذہنی تذبذب کا شکار کر سکیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے، جو شعوری یا غیر شعوری طور پر مستشرقین کی ملمع کاریوں کی بھینٹ چڑھا ہے، بالخصوص یورپین اور جرمن استشراقی تحریکوں کے نتیجے میں اہل اسلام کے اندر ایسے لوگ پائے گئے، جنہوں نے مستشرقین سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس مضمون میں ہم صرف ان شبہات کا تذکرہ کریں گے، جو مستشرقین کے علاوہ عالم اسلام میں بعض تجدد پسند شخصیات نے قرآنی قراءات کے بارے میں پھیلائے ہیں۔ ان متجدّدین وملحدین کی فکر کا زیادہ تر مدار استشراقی فکر پر ہی ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق جمہور ائمہ سے مخالف رائے قائم کرنے والے ان جدید 'مسلم محققین' کے متعلق ہمارا خیال یہ ہے کہ ان کا موضوعِ تحقیق دراصل 'علم القراءات' نہیں تھا، لہٰذا ان کو اپنے قائم کردہ نظریات کی شناعت کا علم نہ ہو سکا یا پھر مسئلہ کے سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی، چنانچہ یہ نظریات بالکلیہ استشراقی فکر کی اتباع میں براہِ راست قرآنِ کریم کی قراءات اور ان کی حجیت وقطعیت کو نشانۂ تنقید بناتے ہیں۔ ان 'محققین' میں ڈاکٹر علی عبد الواحد وافی، ڈاکٹر جواد علی، ڈاکٹر عبداللہ خورشید، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد، طہٰ حسین، ابراہیم ابیاری، تمنا عمادی اور امین احسن اصلاحی وغیرہ کے شبہات قابل ذکر ہیں۔ آمدہ سطور میں اختصار کے ساتھ ان کے نظریات کا تجزیاتی مطالعہ پیش خدمت ہے۔

## ڈاکٹر علی عبد الواحد وافی

عربی زبان وادب کے حوالہ سے ڈاکٹر علی عبد الواحد وافی خاصی شہرت کی حامل شخصیت ہیں۔ ان کے بہت



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سارے مضامین عالم اسلام کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ فقه اللُّغة کے عنوان سے ان کی کتاب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے پہلے ایڈیشن میں قراءات کے حوالہ سے جمہور اُمت کے اجماعی نقطہ نظر سے ہٹ کر 'قراءاتِ قرآنیہ' کے وجود میں آنے کا سبب مصاحف عثمانیہ کے نقطوں اور حرکات سے خالی ہونے کو قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

”یرجع بعض مظاهر الاختلاف فی قراء ات القرآن إلی اختلافهم فی قراء ة الکلمة حسب رسمها فی المصحف العثمانی ، فقد کان الرسم مجرداً من الإعجام والشکل ، ولذلك کان یمکن قراء ة بعض الکلمات علی وجوه مختلفة“ ①

واضح رہے کہ یہی نقطہ نظر گولڈ زیہر اور آرتھر جیفری کے علاوہ بعض دیگر مستشرقین نے بھی پیش کیا ہے۔ تاہم ڈاکٹر عبدالواحد وافی کا قولِ مذکور سے رجوع ثابت ہے، چنانچہ طبع اوّل کے بعد بقیہ تمام طباعتوں میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک ②

## ڈاکٹر طٰہٰ حسین

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی مستشرقین کی اتباع میں قراءات کی بنیاد اور مصدر لہجات ولغات کو قرار دیا ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب 'فی الأدب الجاهلي' میں رقمطراز ہے:

”والحق أنه لیست لهذا القراء ات السبع من الوحی فی قلیل ولا کثیر ولیس منکرها کافرا ولا فاسقا ولا مغتمضا فی دینه وإنما هی قراء ات مصدرها اللّهجات واختلافها“③

''ان سات قراءات کا تعلق وحی سے نہیں اور نہ ہی ان کا منکر کافر یا فاسق ہے اور نہ اپنے دین میں عیب لگانے والا ہے۔ بلکہ ان قراءات کا مصدر لہجات اور ان کا اختلاف ہے۔''

وہ مزید کہتا ہے کہ

''قرآن ایک ہی لغت اور لہجہ یعنی قریش میں تلاوت کیا گیا، لیکن مختلف قراء اپنے اپنے قبائل کے لہجات کا لحاظ رکھتے ہوئے متعدد قراءات پڑھنے لگے، یہاں تک کہ بہت زیادہ قراءات اور لہجات پیدا ہوگئے اور ان کے مابین بہت زیادہ تباین اور اختلاف واقع ہوگیا، جن کو بعد کے علماء وقراء نے ضبط کیا اور اس کو مخصوص علم کا نام دے دیا۔''④

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے جہاں قراءات کا مصدر، لہجات کو قرار دے کر اس کی منقولی اور توقیفی حیثیت پر طعن کیا ہے وہاں وہ صراحتاً قراءات کے تواتر کا بھی انکار کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”وهنا وقفة لا بد منها ذلك ان قوما من رجال الدّین فهموا أن هذه القراء ات السبع متواترة عن النبیﷺ نزل به جبریل علی قلبه ، فمنکرها کافر من غیر شك ولا ریب ، ولم یوفقوا الدلیل یستدلّون به علی ما یقولون سوی ما روی فی الصحیح من قوله «أنزل القرآن علی سبعة أحرف»“⑤

''دین سمجھنے والوں میں ایک جماعت یہ نظریہ رکھتی ہے کہ یہ سات قراءات نبی کریمﷺ سے بطریقِ تواتر منقول ہیں، جن کو حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور یہ کہ ان کا منکر بلا شک وشبہ کافر ہے، حالانکہ وہ اس بات پر حدیث 'قرآن سات حروف پر نازل ہوا' کے علاوہ کوئی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔''

غرض وہ قراءاتِ سبعہ کو غیر منقولی اور محض لغات ولہجات کی فروعات قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ قراءات



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



توقیفی نہیں، بلکہ اختراعی ہیں۔ طٰہٰ حسین کی ان عبارات میں کسی طرح کی کوئی منقولی یا عقلی دلیل نہیں۔ وہ حدیث ’سبعہ احرف‘ کو محض ایک روایت کہہ کر رد کرتا ہے، حالانکہ اس حدیث کی استنادی حیثیت محدثین کے نزدیک مسلمہ ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی تصنیفات میں حدیث کی حجیت اور مقام سے بے اعتنائی کے یہ رویے ہمیں جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے ان شبہات کا جواب ڈاکٹر لبیب السعید، ڈاکٹر عبدالھادی الفضلی اور عبدالقیوم السندی نے اپنی کتب میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

قراءات کی حجیت وقطعیت سے متعلقہ اَحادیث وروایات پیش کرنے کی بجائے ہم صرف ان دلائل کو ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ قراءات صرف لہجات ولغات کی وجہ سے وجود میں نہیں آئیں۔

## قراءات کے فرشی اختلافات کا مشاہدہ

اس شبہ کے رد کے لیے صرف مفرداتِ قراءات پر نظر کرنا ہی کافی ہے۔ فرش الحروف کے مشاہدہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام قراءات لغات ولہجات نہیں ہیں، چنانچہ سورۃ البقرۃ سے اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

① ﴿وَمَا يَخْدَعُونَ اِلَّا اَنفُسَهُمْ﴾ کو ’’یخادِعُون‘‘ پڑھا گیا ہے۔

② ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَة﴾ کو ’’تُقْبَلُ‘‘ پڑھا گیا ہے۔

③ ﴿وَاَحَاطَتْ بِه خَطِيْئَتُه﴾ میں ’’خطيئٰتُه‘‘ پڑھا گیا ہے۔

④ ﴿نَغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ میں ’’تُغْفَرْلكم‘‘ اور ’’يُغْفَرْلَكُمْ‘‘ پڑھا گیا ہے۔

⑤ ﴿لَيْسَ الْبِرَّ﴾ میں راء کو نصب اور رفع دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ [6]

⑥ ﴿فَاَزَلَّهُمَا﴾ میں ’’فأزالهما‘‘ پڑھا گیا ہے۔

⑦ ﴿وٰعَدْنَا﴾ میں ’’ وَعدنا‘‘ پڑھا گیا ہے۔

⑧ ﴿عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ میں ’’يَعْمَلُوْن‘‘ پڑھا گیا ہے۔

⑨ ﴿لَا يَعْبُدُوْنَ﴾ میں ’’لا تَعْبُدُونَ‘‘ پڑھا گیا ہے۔

⑩ ﴿حَسَنًا﴾ میں ’’حُسْنًا‘‘ پڑھا گیا ہے۔ [7]

ظاہر ہے کہ فرش الحروف کی ان مثالوں میں لہجات کا کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارے لیے اس معاملہ کی مزید وضاحت حرکات میں تبدیلی کی مثالوں سے بھی ہوتی ہے، مثلاً:

۱......﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَه وَالطَّيْرَ﴾ [سبا:۱۰] میں ’’الطیرُ‘‘ مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ [8]

۲......﴿وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ [ابراہیم:۴۶] میں پہلے لام کے کسرہ اور دوسرے کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ [9]

۳......﴿لَنْ تُخْلَفَه﴾ [طہٰ:۹۷] میں لام کا فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھے گئے ہیں۔ [10]

اسی طرح قراءات میں وہ اختلاف جو صرف کلمات کے حروف میں واقع ہوتے ہیں، جن سے صورت تبدیل نہیں ہوتی البتہ معنی میں تغیر واقع ہوتا ہے، جیسے: ’تَبْلُوا‘ اور ’تَتْلُوا‘ [یونس:۳۰] ابن کثیر، نافع، عاصم، ابوعمرو اور ابن عامر نے ’تبلوا‘ باء کے ساتھ جب کہ حمزہ اور کسائی نے اسے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ [11] اسی طرح ’عبدالرحمن‘ کو ’عند



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الرحمن ' بھی پڑھا گیا ہے۔[۱۲] ذکر کردہ مثالوں میں کوئی قراءت بھی لہجہ پر مبنی نہیں ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ قراءات کا مدار لغات ولہجات پر نہیں بلکہ اس کی بنیاد نقل وروایت اور تلقی وتشافہ پر ہے۔

## قراءات کے اصولی اختلافات کا مشاہدہ

قراءات کے اُصولی اختلافات، مثلاً: اظہار، ادغام، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق، مدوقصر، امالہ وفتح، تحقیق وتسہیل اورابدال ونقل وغیرہ کا تعلق اگرچہ اختلافِ لہجات کے قبیل سے ہے، لیکن یہ نوع بھی نبی کریم ﷺ سے روایت ونقل کی بنیاد پر ہی رائج ہوئی۔ اس میں اجتہاد یا قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ابوشامہ مقدسی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۶۵ھ) نے ادغام، مد، تشدید، ترکِ امالہ، یا تقدیم وتاخیر کے قرآنی قراءات میں استعمال کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"فإنه كله منزل من عند الله تعالى ومما وقف الرسول ﷺ على صحته وخيّر بينه وبين غيره وصوّب جميع القراء ات به"[۱۳]

قراءات کے یہ اصولی اختلافات اجتہاد وقیاس پر مبنی ہوتے، تو ائمہ قراء کے ہاں ان کا استعمال استثناء کے بغیر ہوتا، مثلاً امام حمزہ رحمہ اللہ کا مذہب امالہ کے بارے میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مصاحفِ عثمانیہ میں کوئی کلمہ آخر میں یاء کے ساتھ مرسوم ہو وہاں امالہ ہوگا، لیکن اس کے باوجود چند کلمات میں ایسا نہیں، جیسا کہ کلمہ: ﴿سَجٰى﴾ [الضحی:۲] میں امالہ نہیں، حالانکہ اس کے آخر میں یاء موجود ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہاں امالہ روایات میں ثابت نہیں۔[۱۴]

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولو سوغنا لبعض القراء امالة ما لم يمله الرسول ﷺ والصحابة أو غير ذلك لسوغنا لهم مخالفة جميع قراءة الرسول ﷺ"[۱۵]

''اگر بعض قراء کیلئے ایسی جگہ امالہ کی اجازت دی جائے، جہاں آپ ﷺ نے اور صحابہ نے امالہ نہیں کیا تو گویا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تمام قراءت کی مخالفت کی۔''

لہٰذا جہاں جہاں جو لفظ جس طرح آپ ﷺ سے منقول ہے، اس کے برعکس اپنی طرف سے پڑھنا کسی طرح بھی جائز نہیں اور نہ ہی قرآن میں ایسی قراءات موجود ہیں۔ ائمہ قراء کے اختیارات میں اس امر کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک امام حروفِ قرآنیہ میں کسی حرف کو ہر مقام پر ایک طریقہ سے پڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ ایک اُصول بن جاتا ہے۔ پھر بعض مقامات پر وہ اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اسی لفظ کو ادا کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل ان کے پیش نظر روایت کا اتباع ہے، مثلاً امام ابوجعفر رحمہ اللہ پورے قرآن میں کلمہ 'یَحْزُن' یاء کے فتحہ اور زاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، لیکن ایک مقام پر سورۂ انبیاء میں 'یُحْزِنْكَ' کے ضمہ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

امام نافع رحمہ اللہ، جو کہ امام ابوجعفر رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اس کے برعکس پڑھتے ہیں۔ امام حفص رحمہ اللہ قرآن میں ایک مقام ﴿مَجْرٖىهَا﴾ [ھود:۴۱] کے علاوہ کسی جگہ اِمالہ نہیں کرتے۔ اسی طرح وہ ہمزہ کی تسہیل نہیں کرتے مگر کلمات: ﴿ءَ اَعْجَمِیٌّ﴾ [حم السجدة:۴۴]، ﴿ءَ آلْئٰنَ﴾ [یونس:۵۱]، ﴿ءَ آللّٰهُ﴾ [یونس:۵۹]، ﴿ءَ آلذَّ كَرَيْنِ﴾ [الانعام:۱۴۳] میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں۔ یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ قراءات میں قیاس اور اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں ہے[۱۶]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## قبائل کے لہجاتی اختلافات اور قراءات کی حدود

اگر چہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی لغت میں مختلف قبائل کے صوتی اختلافات موجود ہوتے ہیں اور ان میں ارتقائی عمل بھی جاری رہتا ہے، مثلاً قرآن میں لغتِ قریش کے علاوہ لغات کی موجودگی کے بھی شواہد ملتے ہیں۔ [۱۸] اس لحاظ سے قرآن کے مشترکہ لہجہ میں قریشی لہجہ کے غالب عنصر ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر قبائل کے بھی لہجات موجود ہیں، لیکن لہجات کا یہ اختلاف اصل لفظ کے جوہر میں اختلاف پیدا نہیں کرتا۔

یوہان فک لکھتا ہے کہ

''لغتِ قرآن اور لغتِ عرب یعنی بدوی قبائل کے لہجات کے مابین اس طرح کے فروق نہیں پائے جاتے، جو الفاظ وحروف کے اصل جوہر کو ختم کردیں۔'' [۱۹]

اس کے باوجود انسانی لغات میں یہ امر بھی فطری ہے کہ ان کے مابین اختلافِ لہجات ہو، چنانچہ مصر، نجد، حجاز، عراق اور یمن کے لوگوں کے لہجات میں آج بھی واضح اختلافات موجود ہیں۔ بعض لہجات میں ارتقاء بھی پیدا ہوا ہے، بعض قبائل 'ثا' کو 'تا' یا 'سین' کے ساتھ تبدیل کردیتے ہیں اور کچھ 'قاف' کو 'جیم' کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ [۲۰]

اس ارتقاء اور متعدد تبدیلیوں کا تقاضا یہ تھا کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ [النساء:۴۰] میں (متآل) یا (مسآل) یا (مِسْجَال ذرة) پڑھا جاتا۔ اسی طرح ﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء:۱۱] کو ''فان لم يكن لو ولد وورسه أبويه فلامّه التلت'' پڑھا جاتا۔ [۲۱] اگر ایسا ہوتا تو لوگ قرآن کریم کو اپنے لہجات میں ڈھال لیتے اور اپنی خواہش کو اس میں داخل کردیتے، جیسا کہ طہٰ حسین کا گمان ہے، لیکن چونکہ قراءات کی حقیقت نقل وروایت ہے، خواہ اُصول ہوں یا فروش، ان میں قطعاً لہجات کا کوئی دخل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ سہولت اور لہجات کا لحاظ انتہائی حکمت پر مبنی تھا، مگر جب لغتِ قریش تمام علاقوں میں غالب آگئی اور لہجات کی کلفت دور ہوگئی تو صرف عرضۂ اخیرہ میں قائم رہنے والے چند لہجات کو باقی رکھا گیا اور بقیہ منسوخ ہوگئے۔

## ثبوتِ قراءات میں حدیث کی اہمیت

ڈاکٹر طہٰ حسین نے قراءات کے تواتر اور اس کے وحی ومنزل من اللہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ وہ قراءات کے ثبوت میں حدیث کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، حالانکہ حدیثِ نبوی ہی اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اور اسکے علاوہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم وحی پر یقین کریں۔ [۲۲]

## ڈاکٹر جواد علی

ڈاکٹر جواد علی کا شمار دورِ جدید کے ماہرینِ لغت واَدب میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں قراءات کے اختلاف کو تواتر اور نقل کی بجائے قلم کا کرشمہ قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مسائل ظهرت بعد نزول الوحی من خاصية القلم الذی دون به القرآن الكريم فرسم أكثر حروف هذا القلم متشابه والمميز فيها هو النقط، وقد ظهر النقط بعد نزول الوحی بعمد، ثم إن هذا القلم كان خاليا فی بادی أمره من الحركات وخلو الكلم من الحركات يحدث



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشکلات عدیدة فی الضبط من حیث اخراج الکلمة“[43]

”نزولِ وحی کے بعد قرآن کریم کی تدوین میں قلم کی وجہ سے کئی مسائل ظاہر ہوئے۔ اکثر حروف کا رسم لکھنے میں ایک دوسرے سے مشابہ تھا اور صرف نقاط سے ہی ان کی تمیز ہوتی تھی جبکہ نقطے نزولِ وحی کے کچھ عرصہ بعد ظاہر ہوئے، پھر یہ لکھے ہوئے حروف حرکات سے بھی خالی تھے جس کی وجہ سے کلمات کو ضبط کرنے میں متعدد مشکلات سامنے آئیں۔ خصوصاً کسی کلمہ کی ادائیگی انہی وجوہات سے متاثر ہوئی“۔

ڈاکٹر جواد علی کے اس نظریہ میں بنیادی کردار گولڈزیہر کی فکر کا ہے، چنانچہ خود جواد علی نے اپنے نظریہ کے اثبات میں بعینہٖ وہی مثالیں پیش کی ہیں، جو گولڈزیہر نے اپنی کتاب 'مذاهب التفسير الاسلامی' میں اس حوالہ سے ذکر کی ہیں، لہٰذا جواد علی کی رائے دراصل گولڈزیہر اور نولڈکے کی آراء کا خلاصہ ہے۔[44]

## علامہ تمنا عمادی

ہندوستان میں فتنۂ انکارِ حدیث کی اشاعت میں علامہ تمنا عمادی کا نام معروف ہے۔ اس نے قرآنی قراءات اور حدیث سبعہ احرف کو وضعی قرار دیتے ہوئے قراءات کے امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کو شیعہ ثابت کیا ہے۔ اس حوالہ سے اس کی کتاب 'اعجاز القرآن واختلافِ قراءات' خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس نے تدوینِ قرآن کے متعلق بخاری و مسلم کی روایات کو افسانہ قرار دیا ہے اور قراءات کو مستشرقین کے نظریات کے مطابق نتیجہ قلم قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک اختلافِ قراءات کوفہ کے ملاحدہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔ ملاحدۂ کوفہ نے مراکز میں اپنے ایجنٹ مقرر کردیئے تھے اور وہ خودساختہ اختلافِ قراءات کو خودساختہ اسناد کے ساتھ مراکز میں بھیج دیتے تھے۔[45]

تمنا عمادی نے حدیث سبعہ احرف کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔ امام نافع رحمہ اللہ کو مدینہ میں کوفیوں کا ایجنٹ اور ان کی قراءت کی سنیت کو مخدوش کہا ہے۔[46] اس کے نزدیک ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے قول پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن میں صرف لغتِ قریش کو باقی رکھ کر بقیہ چھ لغات کو ختم کردیا تھا، تو اب موجودہ قراءات کہاں سے پیدا ہوگئیں؟ نیز تمنا عمادی علیہ ما علیہ نے ساتوں ائمہ قراء پر بلا دلیل نقد وطعن اور شبہات واعتراضات ذکر کیے ہیں، جن کا حقائق ودلائل سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔ تمنا عمادی کی مذکورہ تصنیف کا تفصیلی محققانہ جواب شیخ القراء قاری طاہر رحیمی پانی پتی رحمہ اللہ نے ۹۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب 'دفاعِ قراءات' میں دیا ہے۔[47]

## مولانا امین احسن اصلاحی

مولانا امین احسن اصلاحی کا شمار برصغیر میں علم وتحقیق، خصوصاً تفسیر قرآن کے حوالہ سے خاص شہرت، کے حامل افراد میں ہوتا ہے۔ ان کی تفسیر 'تدبر قرآن' قرآنی آیات میں ربط بیان کرنے اور لغتِ عرب سے اس کے مفاہیم بیان کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ تاہم علومِ قرآنیہ، مثلاً قراءات میں ان کی فکر چند ایسے نظریات منصۂ شہود پر لائی ہے، جو علم وروایت سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے۔ وہ حفص عن عاصم کی قراءات کے علاوہ قرآن کریم کی جملہ متواتر قراءات کا انکار کرتے ہیں۔ امین احسن اصلاحی صاحب کہتے ہیں:

”غور کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ قراءات کا اختلاف دراصل قراءات کا اختلاف نہیں بلکہ اکثر وبیشتر تاویل کا اختلاف ہے۔ کسی صاحبِ تاویل نے ایک لفظ کی تاویل کسی دوسرے لفظ سے کی اور اس کو قراءت کا اختلاف سمجھ لیا گیا



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


حالانکہ وہ قراءاتوں کا اختلاف نہیں بلکہ تاویل کا اختلاف ہے۔ مثلاً سورۂ تحریم میں بعض لوگوں نے ’فقد زاعت‘ بھی پڑھا، صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس نے بھی یہ پڑھا ہے اس نے یہ قراءت نہیں بتائی بلکہ اپنے نزدیک اس نے ’فقد صغت‘ کی تاویل کی ہے، لیکن لوگوں نے اس کو بھی قراءت سمجھ لیا‘‘۔ [۲۸]

قراءت کے حوالہ سے ’فکر اصلاحی‘ کی مزید وضاحت اور اس پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ لکھتے ہیں کہ

’’امین احسن اصلاحی کے نزدیک قراءتِ حفص ہی وہ واحد متواتر قراءتِ قرآنی ہے جو درست ہے اور بقیہ قراءات ائمہ قراء کی مفتریات ہیں۔‘‘[۲۹]

ہماری رائے میں اصلاحی صاحب نے فن قراءت کو بطور فن تفصیل سے نہیں دیکھا اور نہ اس کی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ قراءت اور روایت کے درمیان فرق کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں اور وہ ’’قراءتِ حفص‘‘ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ اختلاف کی نسبت اگر امام کی طرف ہو تو ’قراءت‘، راوی کی طرف ہو تو ’روایت‘ کہلائی جاتی ہے۔ امام عاصم رحمہ اللہ کی طرف اضافت و نسبت کر کے ’قراءت‘ کہیں گے، جبکہ شعبہ رحمہ اللہ اور حفص رحمہ اللہ، جو امام عاصم رحمہ اللہ کے دو راوی یعنی شاگرد ہیں، کی طرف نسبت ہو تو ’روایت‘ کہلائے گی، چنانچہ انہیں ’روایتِ حفص‘ یا ’روایتِ شعبہ‘ کہیں گے۔ [۳۰]

اِصلاحی صاحب کے نزدیک اختلافِ قراءات کے مسئلہ پر لوگوں نے صحیح نہج پر غور نہیں کیا، جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوئیں، لہٰذا قراءات سات نہیں اور نہ ہی اس کا ثبوت ملتا ہے اور یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءات کے اختلاف کو ختم کر دیا تھا۔ [۳۱] اصلاحی صاحب کا یہ قول قطعی طور پر غیر حقیقی ہے، جس میں وہ امت کے محققین قراء کو اختلافِ قراءات کے متفقہ مسئلہ پر صحیح نہج پر غور کرنے میں ناکام قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح یہ جملہ کہ ’’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءات کے اختلاف کو ختم کر دیا تھا‘‘ بھی قابل غور ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم کا امتیازی وصف ہی یہی تھا کہ متواتر قراءات اس میں سما جائیں اور انہی مصاحف کی بنیاد پر متواتر قراءات محفوظ ہوگئیں۔ ’فکر اصلاحی‘ کے حاملین بشمول غامدی صاحب کے قراءات کے بارے میں مولانا اصلاحی کے نقطہ نظر پر ہیں۔

اس ضمن میں راقم کی رائے یہ ہے کہ تمام اہل علم اس اُصول کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ جو افراد کسی مخصوص فن پر بغیر تخصص اور مہارت کے رائے زنی کریں، ان کو علمی حوالوں سے بحث و تمحیص کے قابل سمجھنے کی بجائے ان کے نظریات کو یہ کہہ کر خوب رد کیا جائے کہ یہ رائے ماہرین کی نہیں ہے۔

واضح رہے کہ تمام علماء اور ماہرینِ فن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متواتر قراءات میں سے کسی ایک کا انکار بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ومضت الاعصار والامصار علی قراء ات الائمة السبعة بل العشرة، وبها یصلی لانها ثبتت بالاجماع“[۳۲]

’’مدتوں سے ممالک میں انہی ائمہ سبعہ وعشرہ کی قراءات کی جارہی ہے، انہی کو نماز میں پڑھا جاتا ہے کیونکہ یہ اجماع سے ثابت ہیں۔‘‘

علامہ ابن سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:




محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



" القراء ات السبعة التی اقتصر علیها الشاطبی، والثلاث التی هی قراء ة أبی جعفر وقراء ة یعقوب، وقراء ة خلف متواترة معلومة من الدین بالضرورة، وکل حرف انفرد به واحد من العشرة معلومة من الدین بالضرورة أنه منزل علی رسول اللهﷺ، لا یکابر فی شیء من ذلک الا جاهل "[۴۳]

الغرض علماءِ امت کا ہر دور میں اس بات پر اجماع منقول ہے کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں اور کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک قراءت کا بھی انکار کرے۔

# حوالہ جات

① فقه اللُّغة از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ص۱۱۹
② فقه اللُّغة از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ص۲۵۴، ۲۷۰
③ فی الأدب الجاهلي از طہٰ حسین، ص۹۵، ۹۶
④ ایضا، ص۹۸
⑤ ایضا، ص۹۸، ۹۹
⑥ صفحات فی علوم القراء ات از السندی، ص۱۴۳، ۱۴۴
⑦ القراء ات: تاریخ و تعریف از ڈاکٹر عبدالهادی الفضلی، ص۸۵
⑧ اتحاف فضلاء البشر از الدمیاطی البناء، ص۳۵۸
⑨ اتحاف فضلاء البشر از الدمیاطی البناء، ص۲۷۳
⑩ السبعة فی القراء ات از ابن مجاہد، ص۴۲۴
⑪ السبعة از ابن مجاہد، ص۳۲۵
⑫ ابوعمرو، عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف نے 'عبٰدَ' باء کے الف اور دال کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے 'عند' نون ساکنہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے۔ (اتحاف، ۳۸۵)
⑬ المرشد الوجیز از ابوشامہ المقدسی، ص۱۶۶
⑭ صفحات فی علوم القراء ات از السندی، ص۱۴۵
⑮ المرشد الوجیز از ابوشامہ المقدسی، ص۱۶۶
⑯ مجلّہ کلیۃ القرآن الکریم، المدینة المنورة، العدد الاول، ۱۴۰۲ھ، ص۱۳۷
⑰ قرآن کی لغات پر متعدد کتب لکھی گئیں جن میں ان لغات کے اندر مفردات اور اصوات کے فروق بھی ذکر کیے گئے۔ اس حوالہ سے فراء، اصمعی، ابوزید انصاری، ہیثم بن عدی، محمد بن یحیٰ القطیعی اور ابن درید کی لغات القرآن کے موضوع پر تصنیفات موجود ہیں۔ دیکھئے: الفہرست لابن ندیم، ص۳۵ ...... امام سیوطی (م۹۱۰ھ) نے الاتقان میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے جس میں اہلِ حجاز کی لغت کے علاوہ دیگر لغات کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن الجوزی نے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بھی فنون الافنان میں اس کے متعلق تفصیلات ذکر کی ہیں۔ابن حسنون کی روایت سے ابن عباس کی طرف منسوب ایک باقاعدہ کتاب ذکر کی گئی ہے جو ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق سے شائع ہوئی اس کتاب کا نام 'اللغات فی القرآن' ہے اور یہ دارالکتاب الجدید بیروت لبنان سے ۱۹۷۲ء میں دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہے۔اس کا پہلا طبع مطبع الرسالۃ قاہرہ میں ۱۹۴۶ء میں منظر عام پر آیا۔

⑱ العربیة دراسات فی اللغة واللهجات والاسالیب ازیوہان فک،ص۴

⑲ تفصیل کے لیے دیکھیے فقه اللغة از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی،ص۲۶۴ تا ۳۰۰

⑳ المصحف المرتّل ازلبیب السعید،ص۱۵۴

㉑ سنت کی اہمیت مصطفیٰ السباعی کی کتاب 'السنة ومكانتها فی التشريع الاسلامی'،عبدالحلیم محمود کی 'السنة فی مكانتها وفی تاریخها'،محمد الحافظ التجانی کی کتاب 'سنة رسولﷺ' اور سید سلیمان ندوی کی کتاب 'تحقیق معنی السنة وبيان الحاجة إليها' ملاحظہ ہوں۔

㉒ جوادعلی،لهجة القرآن الکریم ،بحث فی مجلة المجمع العلمی العراقی،المجلة الثالث، الجزء الثانی ، ص۸۹۔بحوالہ: لبیب السعید،المصحف المرتل،ص۱۵۹

㉓ دیکھیے:مذاهب التفسير الاسلامی،ص۸
واضح رہے کہ نولڈکے مستشرقین کے طبقہ میں قرآن کریم پر علمی اعتراضات کے حوالہ سے بنیادی موادفراہم کرتا ہے چنانچہ گولڈزیہر نے بھی اس کو اپنے نظریات کا پیش رَو قرار دیتے ہوئے اس کو عظیم راہنما 'زعیمنا الکبیر' کے لقب سے ذکر کیا ہے۔

㉔ اعجاز القرآن واختلافِ قراءات ازتمنا عمادی،ص۶۵۴

㉕ ایضا،ص۶۶۱

㉖ دفاعِ قراءات از طاہر رحیمی مدنی

㉗ امین احسن اصلاحی،تدبر،فروری ۱۹۸۳ء

㉘ مکانة القراء ات عند المسلمين ازابراہیم میر محمدی،ص۴۲

㉙ تحفۂ اصلاحی از ڈاکٹر عبدالواحد،ص۳۲

㉚ ایضا،ص۳۳و۳۴ ملخصاً۔ جاوید احمد غامدی نے بھی اپنے استاذ کی اتباع میں اسی باطل نظریہ کو اختیار کیا ہے۔
تفصیلات کیلئے: ڈاکٹر عبدالواحد کی کتاب 'تحفۂ غامدی' ص۱۳ تا ۱۷ دیکھیے

㉛ القراء ات فی نظر المستشرقين والملحدين ازالشیخ عبدالفتاح القاضی،ص۹۳

㉜ منجد المقرئين ازابن الجزری،ص۵۱

*———*———*


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ